جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ ایک زندہ جماعت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍فروری ۱۹۷۵ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جماعتی نظام کے مالی سال کے ساڑھے نو ماہ گذر چکے ہیں اور اڑھائی ماہ کے قریب باقی رہ گئے ہیں چونکہ گزرے ہوئے مہینوں میں جماعت کی توجہ بہت سے ایسے کاموں کی طرف مبذول رہی ہے جو معمول کے مطابق نہیں تھے، اس لئے جو مالی قربانی معمول کے مطابق ہوتی ہے یعنی صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ کی ادائیگی اس کی طرف پوری توجہ نہیں دی جاسکی۔

جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ ایک زندہ جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مخلص احمدی سلسلہ احمدیہ کی جو آمد ہے، اس کے متعلق بھی اور خرچ کے متعلق بھی دلچسپی لیتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا ہے اور سلسلہ کے اموال پر نگاہ رکھتا اور اُن کا محاسبہ کرتا ہے اور اُسے جہاں کہیں بھی کوئی خامی نظر آئے تو خلیفۂ وقت کو اس کی اطلاع بھی دیتا ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ جماعت احمدیہ کے نمائندے مجلس شوریٰ میں غور کے بعد پاس کرتے ہیں۔ وہ خرچ کی مدّیں قائم کرتے اور اُن کے متعلق رقمیں تجویز کرتے ہیں۔ جہاں تک خرچ کا سوال ہے وہ تو بندھ جاتا ہے مثلاً نظارت اصلاح وارشاد ہے اس میں اتنے مبلغ اور معلّم کام کر رہے ہیں اور یہ اُن کی تنخواہیں ہیں، تنخواہیں تو نہیں گذارے کہنا چاہیئے جو اُن کو دیئے جارہے ہیں یہ خرچ نظارت کی مدّ میں مقرر ہو جائے گا لیکن جو آمد ہے وہ مجوّزہ ہوتی ہے

یعنی ایک تجویز ہوتی ہے جو شوریٰ میں غور کے بعد پاس کر دی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کی زندگی کا یہ ثبوت ہے اور اُس کا یہ طریق رہا ہے کہ جو خرچ بندھے ہوئے ہوتے ہیں اُن میں بہت سی وجوہات کی بنا پر بعض دفعہ کمی ہو جاتی ہے لیکن جو مجوّزہ آمد ہے اور بندھی ہوئی نہیں ہے۔ بندھی ہوئی آمد کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص جو نوکر ہے اس کی تنخواہ بندھی ہوئی ہے لیکن جماعت کی آمد تجویز کردہ ہے، بندھی ہوئی نہیں ہے۔ جو بندھی ہوئی چیز نہیں ہے یعنی مجوزہ آمد ہے اس کے متعلق جماعت احمدیہ سالہا سال سے شاید پندرہ بیس سال سے یا اس سے بھی زیادہ عرصہ سے یہ خیال رکھتی چلی آرہی ہے کہ تجویز کردہ آمد سے زیادہ آمد ہوتا کہ کام رُکیں نہیں اور نظامِ سلسلہ کو تکلیف نہ ہو اور یہ سالہا سال سے ہوتا چلا آرہا ہے مثلاً تیس لاکھ کی جو مجوّزہ آمد شوریٰ نے پاس کی اس کے مقابلہ میں ساڑھے تیس لاکھ اصل آمد ہوگئی یا مثلاً شوریٰ نے پینتیس لاکھ کی مجوّزہ آمد کا بجٹ پاس کیا اور اس کے مقابلے میں چھتیس لاکھ کی رقم جمع ہو گئی کیونکہ یہ جماعت ایک زندہ جماعت ہے اور چوکس رہ کر یہ دیکھتی رہتی ہے کہ جو اخراجات ہیں وہ تو بندھے ہوئے ہیں یہ تو نہیں ہوسکتا کہ چھ ماہ کے بعد دس مبلغوں کو فارغ کر دیا جائے گا یا مثلاً جب تعلیمی ادارے ہمارے پاس تھے تو سکولوں کے استادوں کو فارغ کر دیا جائے گا مبلّغ تو بہرحال رہیں گے۔ اسی طرح اشاعتِ لٹریچر ہے۔ کُتب رسالے اور پمفلٹس وغیرہ چھپتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی بساط کے مطابق چھاپتے ہیں، ضرورت اور مانگ کے مطابق تو نہیں چھاپ سکتے لیکن بہرحال شوریٰ اپنی بساط کے مطابق فیصلہ کرتی ہے کہ یہ یہ کام ہوگا۔

پس جماعت احمدیہ چونکہ ایک زندہ جماعت ہے اس لئے یہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتی ہے کہ جو بندھے ہوئے اخرجات ہیں اور جو کم نہیں ہو سکتے، اُن کو پورا کرنے کے لئے جو مجوّزہ آمد ہے اس سے زیادہ آمد ہوتا کہ کسی وقت بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کاموں میں سستی نہ پیدا ہو اور کام کو نقصان نہ پہنچے لیکن جس سال میں سے ہم گزر رہے ہیں یا اس سال کا جو حصہ گزر چکا ہے اور جو قریباً ساڑھے نو ماہ پر مشتمل ہے، اُس کا بڑا حصہ غیر معمولی حالات میں سے گزرا اور غیر معمولی اخراجات کا باعث بنا۔ جہاں تک نظام سلسلہ کے غیر معمولی اخراجات کا سوال تھا اس کے لئے کوئی تحریک نہیں کی گئی، جماعت سے چندے نہیں لئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا

غیر معمولی اخراجات مہیا ہوتے چلے گئے۔ جہاں تک احباب کے لُٹے ہوئے سرمائے کی ذمہ واری کا تعلق ہے میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، وہ نہ جماعت لیتی ہے اور نہ اُسے لینی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جماعت کے ایک حصہ کا سرمایہ لُٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کے لئے پہلے سے زیادہ سرمائے کے سامان پیدا کر دیئے۔ بعض دفعہ وقتی طور پر جو ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا ہے کہ دیر ہوئی کئی سال گزر گئے ہیں۔ مَیں نے یہ اعلان کیا تھا (اُمید ہے جماعتیں اس طرف توجہ کرتی ہوں گی) کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہ سوئے۔ چنانچہ روزمرہ کی جو ضرورتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے پورا کرنے کا جماعت کے ذریعہ سے سامان پیدا کیا ہے۔ سامان تو اُسی نے پیدا کئے ہیں ہم تو گھر سے کچھ نہیں لائے نہ مَیں اور نہ آپ۔ غرض غیر معمولی حالات میں لکھوکھہا روپیہ خرچ ہوا جس کے لئے کوئی اپیل نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ذریعہ سبھی سامان پیدا کر دیئے لیکن جماعت کے علاوہ افراد کو بھی تو خرچ کرنے پڑے۔ افراد کے بھی اور بعض خاندانوں کے بھی غیر معمولی اخراجات ہو گئے اور اسکی طرف احباب جماعت کو توجہ دینی پڑی اور جو معمولی ذمہ داریاں تھیں، معمولی اس معنی میں نہیں جس میں عام طور پر کہا جاتا ہے بلکہ معمول کے مطابق جو ذمہ داریاں تھیں اُن سے نظر دوسری طرف پھیرنی پڑی اس لئے قربانیوں کی اس عظیم جدوجہد کے سلسلہ میں اس وقت مجھے کچھ فرق نظر آ رہا ہے لیکن میں اپنے رب کریم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ جماعت کا قدم پیچھے نہیں ہٹنے دے گا اور نہ ایک جگہ کھڑا رہنے دے گا بلکہ آگے ہی آگے بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ ممکن ہے ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔

بعض چیزیں جن کی طرف اس سلسلہ میں احباب جماعت کو توجہ دلانا ضروری ہے وہ بدلے ہوئے اقتصادی حالات سے تعلق رکھتی ہیں جماعت کے جو افراد مالی قربانیاں دیتے ہیں وہ مختلف قسموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ پہلی قسم ملازمت پیشہ احباب کی ہے جن کی آمدنیاں بندھی ہوئی ہیں۔ دوسری قسم تجارت پیشہ احباب کی ہے جن کی آمدنی کا انحصار تجارت میں نفع پر ہوتا ہے نفع زیادہ بھی ہوتا ہے معمول کے مطابق بھی اور بعض دفعہ گھاٹے کا بھی امکان ہوتا ہے

لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے۔ ہر سال بحیثیت مجموعی جماعت کے مالوں میں ہمیں بہت برکت نظر آتی ہے اور تجّار احباب پہلے سے بڑھ چڑھ کر مالی قربانی میں حصہ لیتے ہیں ان کی آمد میں بھی فرق پڑا ہے پہلے آہستہ آہستہ پڑ رہا تھا لیکن اس سال قیمتیں بڑھ جانے کی وجہ سے بہت نمایاں فرق پڑا ہے۔ قیمتیں بڑھ جانے کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ جن لوگوں کی بندھی ہوئی آمدنیاں ہوتی ہیں، ان کو تکلیف ہوتی ہے مثلاً ایک شخص ملازم ہے اس کے گھر میں پانچ چھ افراد کھانے والے ہیں۔ تین سو روپے اس کی تنخواہ ہے گندم سترہ روپے من بکتی ہے۔ وہ نئے سال میں داخل ہوتا ہے تو گندم کی قیمت بڑھ کر پچیس روپے من ہو جاتی ہے بازار میں اُسے عملاً (مختلف جگہوں کے متعلق مختلف رپورٹیں ہیں) کہیں پینتیس روپے من ملتی ہے۔ کہیں چالیس روپے من، کہیں پینتالیس روپے اور کہیں پچاس روپے من تک بک رہی ہے چنانچہ قیمت میں اس زیادتی کا تکلیف دہ اثر ملازمت پیشہ احباب پر پڑتا ہے لیکن اس تبدیلی سے جو افراطِ زر کے نتیجہ میں بھی پیدا ہوتی اور بعض اور وجوہات بھی ہوتی ہیں، تجارت پیشہ احباب کی آمدنیاں بڑھ جاتی ہیں ایسے احباب زیادہ تر شہروں میں ہوتے ہیں۔ بہت سے شہر ہیں جہاں کی جماعتیں بڑی مالی قربانی دینے والی ہیں مثلاً کراچی ہے۔ کراچی کی جماعت بحیثیت مجموعی بڑی قربانی دیتی ہے وہاں زیادہ تر تجارت پیشہ احباب ہیں اور بہت سے ملازم بھی ہیں۔ ملازمین کی تو بندھی ہوئی تنخواہ ہوتی ہے۔ جماعت کی مجلس شوریٰ نے جو فیصلہ کیا ہوتا ہے اس کے مطابق سولہواں حصہ ادا کرتے ہیں اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے چندے ہوتے ہیں۔ غرض کراچی شہر کی جماعت بڑی قربانی دے رہی ہے۔ لاہور ایک لمبا عرصہ غفلت میں گزارنے کے بعد اب اُبھر آیا ہے الحمدللہ۔ لاہور کی جماعت اب اپنے بجٹ کو پورا کر رہی ہے اسی طرح سرگودھا اور لائل پور کی جماعتیں ہیں گو یہ کراچی اور لاہور کی طرح بڑی بڑی جماعتیں تو نہیں مگر یہ بھی بڑی قربانی دینے والی جماعتیں ہیں۔ مَیں سرگودھا اور لائلپور شہر کی بات کر رہا ہوں کیونکہ شہروں میں زیادہ تر تجارت پیشہ احباب ہوتے ہیں لیکن بعض شہر ایسے بھی ہیں جو سستی دکھا رہے ہیں پتہ نہیں کیوں؟ کچھ پتہ تو ہمیں بھی ہے اور وہ یہ کہ ان کے عہدیدار سست ہوتے ہیں مثلاً لائکپور ہے یہاں کی جماعت کو مالی لحاظ سے بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی لیکن جہاں تک مجھے علم ہے اُن

کی آمد کے بجٹ پر کوئی اثر نہیں پڑا اور یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ اتنی بڑی مظلوم قربانیاں دینے کے بعد اور اس قسم کی مظلومانہ زندگی گزارتے ہوئے بھی اُنہوں نے اپنے آپ کو مالی قربانی کے معیار سے گرنے نہیں دیا۔ اس کے مقابلہ میں سیالکوٹ شہر کی جماعت ہے شاید فسادات کے دنوں میں تھوڑی سی قربانی ان کو بھی دینی پڑی ہو اور تھوڑا سا ظلم اُن کو بھی سہنا پڑا ہو لیکن لائلپور کے مقابلہ میں بہت کم۔ اس کے باوجود میں حیران ہو گیا جب مجھے یہ رپورٹ ملی کہ ابھی تک اُنہوں نے اپنے بجٹ کا صرف بارہ یا پندرہ فیصد اللہ کی راہ میں پیش کیا ہے۔ اس قسم کے بعض اور قصبے بھی ہوں گے اُن کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے انہیں باہمی مشورے کرنے چاہئیں۔ اپنے اپنے حصہ کا بجٹ پورا کرنے کا عزم کرنا چاہیئے اُن کو اپنی ہمتوں کو بلند کرنے کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ اُن کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اسی طرح حاصل کریں گے جس طرح لائل پور یا سرگودھا والے دوست حاصل کر رہے ہیں۔

چندہ دہندگان کی تیسری قسم زراعت پیشہ احباب کی ہے۔ ایسے اگر تفصیل میں جائیں تو شاید اور بھی بعض چھوٹی چھوٹی قسمیں بن جائیں گی لیکن چندہ دینے والوں کی موٹی موٹی تین قسمیں ہیں۔ ایک ملازمت پیشہ احباب ہیں جن کا میں نے ذکر کر دیا ہے دوسرے تجارت پیشہ احباب ہیں اس میں صنعت وحرفت بھی آ جاتی ہے کیونکہ یہ بھی تجارتی اصول کے ساتھ بندھی ہوئی ہے تیسری قسم زمیندار احباب کی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری زمیندارہ جماعتیں زیادہ ہیں۔ جہاں ملازمت پیشہ آدمی کو پندرہ روپے من سے پچیّس روپے من گندم ہو جائے تو تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے وہاں زراعت پیشہ آدمی یعنی زمیندار کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ویسے یہ بھی ٹھیک ہے کہ زمیندار کے کچھ اخراجات بڑھ جاتے ہیں لیکن اتنے نہیں بڑھتے جتنا کہ قیمت کے لحاظ سے اُسے فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اگر ہمارے ملک میں بڑی دیانتداری ہو اور کسی کو اپنے حقوق کے حصول میں ناجائز رقمیں خرچ نہ کرنی پڑیں تو آمد کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے مجموعی حیثیت سے تو فرق بہرحال زیادہ ہے۔ اب اگلی فصل کے لئے سینتیس روپے من گندم کا اعلان کیا گیا تھا مگر اس وقت گو ہر جگہ تو نہیں لیکن بہت سی جگہوں پر گندم سینتیس روپے سے زیادہ قیمت پر بکنے لگ گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے

لئے ہمیں زمیندارہ جماعتوں کو مستعد بنانا پڑے گا اور انہیں یہ احساس دلانا پڑے گا کہ وہ زمیندارہ آمد سے اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کی ضرورتوں کو پورا کریں جو یکدم بڑھ گئی ہیں۔

ہمارے صدر انجمن احمدیہ کے جو کارکن ہیں واقفِ زندگی ہیں یا نیم واقف ہیں، اُن کو گزارے مل رہے ہیں۔ جو لوگ وقف نہیں کرتے اُن پر مجھے حیرت آتی ہے کہ تم گزارے لیتے ہو واقفین جتنے مگر وقف کرنے سے گریز کرتے ہو۔ بہرحال کارکنان کو گزارے ملتے ہیں مگر اب گندم کی قیمت بڑھ گئی، کپڑے کی قیمت بڑھ گئی، گھی کی قیمت بڑھ گئی، دودھ کی قیمت بڑھ گئی، لکڑی کی قیمت بڑھ گئی علیٰ ھذا القیاس۔ چیزوں کی قیمت اتنی بڑھ گئی کہ گویا آسمان پر پہنچ گئی جس سے کارکنان کو بڑی تنگی اُٹھانی پڑی۔ حکومت نے اپنے کارندوں وغیرہ کے لئے پچاس روپے ماہوار الاؤنس کے حساب سے چھ سو روپے سالانہ کا اضافہ کر دیا۔ اگر پچاس روپے من گندم ہو تو بارہ من گندم بنتی ہے جماعت نے اپنے کارکنان کے لئے اس الاؤنس کی بجائے ایک چوتھائی گندم کی رعایت دے رکھی ہے۔ گندم کی ضرورت کا ۱/۴ حصہ سلسلہ کی طرف سے دیا جاتا ہے اور باقی ۳/۴ کے لئے قرض دیا جاتا ہے۔ اس سے اُن کو کافی مدد مل جاتی تھی لیکن اب میرے سامنے جو حالات رکھے جا رہے ہیں اُن کے پیشِ نظر میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے کارکنان کو ایک چوتھائی دے کر اُن کی جو کم سے کم ضرورتیں ہیں وہ پوری نہیں کر سکتے شاید ہمیں نصف گندم مفت دینی پڑے۔ اس طرح ایک کارکن کو پچاس روپے اضافہ الاؤنس کی نسبت اس کی گندم کی ضرورت کی ایک چوتھائی یا نصف رعایت کا اصول زیادہ معقول نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر پچاس روپے کا اضافہ کیا جائے تو ایک کارکن جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی اور وہ اکیلا ہے تو قانون کہتا ہے کہ اسے بھی ہم پچاس روپے ماہوار کے حساب سے چھ سو روپے سالانہ دیں گے اور ایک ایسا کارکن جس کے دس لواحقین ہیں گویا دس پیٹ اس کی کمائی سے بھرتے ہیں یا بھرنے چاہئیں اس کو بھی چھ سو روپے سالانہ دیں گے۔ قانون کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو اندھا ہوتا ہے لیکن خدا کے سلسلے تو اندھے نہیں ہوتے۔ دس افراد کے خاندان کا مطلب یہ ہے کہ اس کو فی کس آدھ سیر روزانہ کے حساب سے سالانہ پنتالیس من گندم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلے آدمی کو ساڑھے چار من کی

ضرورت پڑتی ہے پینتالیس من میں سے ہم اپنے کارکن کو ۴؍۱۱ من رعایت دیتے تھے اور اگر اگلے سال کے لئے نصف کر دیں تو یہ رعایت ۴؍۲۲ من بن جاتی ہے اور یہ چھ سو روپے سالانہ کی امداد کی نسبت بہت مناسب اور فائدہ مند ہے کیونکہ اس رعایت کے ذریعہ اُسے ۲ ہزار سے زائد کی گندم مل جائے گی۔ ۳۷ روپے من کا حساب رکھا جائے تب بھی بہت فائدہ ہے۔

پس ایک تو جس کی جتنی ضرورت ہے اس اصول کے مطابق مدد دی جاتی ہے اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک قانون بنا دیا جائے اور اس کے مطابق رعایت دی جایا کرے۔ کارکنان کو گندم کی رعایت تو ایک حصہ بن گیا ہے اس کے علاوہ موسم سرما کی امداد ہے کیونکہ گرمیوں کی نسبت موسم سرما زیادہ خرچ کرواتا ہے گرم کپڑے بنوانے پر زیادہ خرچ ہو جاتا ہے اس لئے کارکنان کو زائد رقمیں بھی دی جاتی ہیں۔ پس اس لحاظ سے خرچ اگلے مالی سال میں بہت بڑھ جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ سائر والے حصہ کو چھوڑ کر صرف تنخواہوں والے حصہ میں ۱/۴ کی بجائے نصف گندم دے کر مہنگائی کی وجہ سے ۴۔۵ لاکھ روپے زائد خرچ کرنے پڑیں لیکن عام معمول کے مطابق ہر سال جو بجٹ بڑھتا ہے وہ سات آٹھ لاکھ روپے نہیں ہوتا بلکہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے کی بڑھوتی ہوتی ہے لیکن آئندہ سال کے لئے مہنگائی کی وجہ سے سال رواں کے بجٹ کے مقابلہ میں ممکن ہے چار پانچ لاکھ روپے زائد صرف کارکنان کو دینے پڑیں گے اور یہ خرچ ضروری ہے اس کو ہم دو طریق سے پورا کر سکتے ہیں ایک یہ کہ جماعت پہلے سے زیادہ مالی قربانیاں دے اور دوسرے یہ کہ ہم اپنے کارکنان کی تعداد پہلے سے کم کر دیں۔ ویسے ایک حصہ ایسا ہے جسے کم کیا بھی جا سکتا ہے مثلاً بہت سے دوست پنشن کی عمر کو پہنچ چکے ہوئے ہیں وہ کام کر رہے ہیں۔ اگر کارکنان کی تعداد کم کرنی پڑے تو پہلے اُن کو کم کرنا پڑے گا۔ پنشن پانے کی عمر والے اکثر دوست ایسے ہوتے ہیں جن کے بچے نوکر ہو جاتے ہیں اور کمانے لگ جاتے ہیں اُن کے گھر کے اخراجات کم ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کے بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

غرض بدلے ہوئے حالات میں افراطِ زر کی وجہ سے سال رواں پر بہرحال اثر پڑا۔ اس کے علاوہ جو ہنگامی حالات تھے اُن کا بھی سال رواں کے چندوں پر اثر پڑا۔ تاہم جماعت کا جو

یہ اصول تھا کہ جو روزمرہ کی ضرورتیں ہیں وہ جماعت پورا کرے گی اس کی تو خدا تعالیٰ نے توفیق دی اور ہنگامی حالات میں بھی ضرورتیں پوری ہوئیں۔ چنانچہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں لکھوکھہا روپیہ ان ضروریات پر خرچ کرنا پڑا اور اس کے لئے چندہ کی کوئی اپیل بھی نہیں کی گئی جو مہنگائی کا اثر پڑ سکتا تھا وہ اتنا نہیں پڑا جتنا باہر پڑ سکتا تھا کیونکہ نظامِ سلسلہ اپنے کارکنان کو بعض سہولتیں دیتا ہے مثلاً گندم ہے کارکنان کی ضروریات کی ایک چوتھائی تو ویسے ہی مفت دی جاتی ہے اور تین چوتھائی کے لئے قرض دیا جاتا ہے۔ جو دوست گندم کے لئے قرض لیتے ہیں اور کہیں اور خرچ کر دیتے ہیں وہ تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ اُن کو ہم وعظ و نصیحت بھی کرتے ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے مگر پھر بھی کچھ لوگ اس نصیحت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ مَیں ایسے لوگوں سے کہوں گا کہ وہ اپنے آپ پر رحم کرتے ہوئے آئندہ گندم کی امداد کو گندم کی شکل میں رکھیں۔ جس آدمی کے گھر میں سال بھر کی گندم ہوتی ہے وہ سال بھر بھوکا نہیں رہتا اور ویسے بھی جو مرکز ہے اس میں رہنے والوں کو بڑا شکر گزار بندہ بن کر رہنا چاہیئے۔

غیر ممالک سے ہمارے جو دوست جلسہ سالانہ پر یہاں آئے ہوئے تھے ان میں سے بعض ہندوستان بھی گئے واپسی پر وہ کہنے لگے کہ ہندوستان میں قادیان کے درویشوں میں جتنی بشاشت ہمیں نظر آئی اتنی کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ اس اطمینان اور بشاشت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کا اس طرح خیال رکھا جاتا ہے کہ صرف آنکھیں بند کر کے یا اندھے قانون کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اُن کی جو ضرورتیں ہوتی ہیں وہ پوری کی جاتی ہیں اور ضرورتوں کے مطابق ان سے سلوک کیا جاتا ہے اسی طرح اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ یہاں پاکستان میں ربوہ جتنا مسکراتا ہوا شہر ہمیں اور کہیں نظر نہیں آیا۔ ٹھیک ہے ہمیشہ مسکراتے رہنے کا میں نے آپ کو کہا بھی ہوا ہے اس لئے ہر وقت مسکرایا کرو۔ ہم تو اللہ کے بندے ہیں۔ جو شخص اللہ کا بندہ ہوتا ہے وہ مسکرائے گا نہیں تو اور کیا کرے گا۔ جو شخص واقعہ میں خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا عرفان رکھتا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہے اُس کو تو خوشی ہی خوشی حاصل ہے وہ منہ نہیں بسورے گا اور نہ تیوریاں چڑھائے گا کیونکہ اس کی زندگی خدا کے لئے ہے اور خدا کا پیار اُس کے لئے ہے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہے سال رواں کے مالی بجٹ ختم ہونے میں صرف اڑھائی ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ بجٹ پورا کرنے کے لئے سولہ سترہ لاکھ کی مزید رقم آنی چاہیئے اس میں سے پانچ چھ لاکھ روپیہ تو آخری دس دنوں میں آجاتا ہے یہ عام طور پر جماعت کا قاعدہ اور طریق چلا آرہا ہے۔ مالی سال ۱۰؍مئی کو بند کیا جاتا ہے کیونکہ اپریل کی تنخواہیں اور دیگر آمدنیاں یکم۔۲۔۳؍مئی کو ہوتی ہیں اس لئے ہم ہر سال چند دنوں کی گنجائش رکھتے ہیں۔ چنانچہ مئی کے شروع میں پانچ چھ لاکھ روپیہ آجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یکم مئی سے پہلے پہلے گیارہ بارہ لاکھ کی جو کمی اس وقت نظر آرہی ہے وہ پوری ہونی چاہیئے۔ اگر احباب جماعت اپنے رب کریم پر بھروسہ رکھیں گے تو وہ یاد رکھیں خدا ان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا وہ انہیں مالی قربانی کی بھی توفیق دے گا۔ ایک جذبہ اور ایک بشاشت کے ساتھ قربانی دینے کا سوال ہے وہ ہر احمدی کو دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ خدا کرے ہمارا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھنے والا ہو، کسی جگہ ٹھہرنے والا نہ ہو جیسے اس کی رحمتیں پہلے نازل ہوتی رہی ہیں ویسے ہی اب بھی نازل ہوں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۳؍مارچ ۱۹۷۵ء صفحہ ۲ تا ۵)